OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

فلسفۂ اقبال اور اسلامی معیشت و اقتصادیات: ایک مطالعہ
A Study of Iqbal's Philosophy and Islamic Economics

Mehboob Elahi
Lecturer Urdu, Govt. College Joharabad
Ansar Iqbal
Phil Scholar Urdu, University of Sargodha

Abstract

Iqbal was a great philosopher of the 20th century. He presented philosophical ideas and theories. Iqbal has examined economic philosophy in the context of feudal economic system, capitalist system, Marxist and Islamic ideas. Iqbal's economic thoughts are openly expressed in "'Ilm-Ul-Iqtiesād" and his poetry. Iqbal wants Islamic economic system. Provision of universal human rights, equal distribution of wealth and equal opportunities for progress of mankind. Which can be achieved through Islamic economic system.

Keywords: Feudalism, capitalism, Marxism, Islamic economy, distribution of wealth, human welfare

تمہید

آغازِ حیات سے ہی بشری کاوشوں کا ایک محور ضروریات زندگی کے لیے تگ ودو ہے۔ معاشی تگ و دو کے بغیر زندگی کا وجود ناممکن ہے۔ انسان بنیادی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے اور حالاتِ زندگی کو بہتر بنانے کی غرض سے معاشی جدوجہد کرتا ہے۔ عہد حاضر کے عالمی گاؤں میں معیشت کسی بھی ملک کی آزادی، ترقی اور عالمی اثر ورسوخ کا اہم ذریعہ ہے۔ بہتر طرز زندگی، قومی ترقی اور ملکی خودانحصاری، مثبت معاشی اشاریوں کی بدولت حاصل کی جاسکتی ہے۔ جدید معاشی افکار کا آغاز اٹھارھویں صدی کے صنعتی انقلاب سے ہوا۔ معاشی فکر کی پہلی جامع کتاب ایڈم سمتھ کی "دولتِ اقوام" "WEALTH OF NATIONS" 1776ء میں شائع ہوئی ۔الفرڈ مارشل نے معاشی اصول و ضوابط 1890ء میں "PRINCIPLES OF ECONOMICS" کے عنوان سے ترتیب دیے۔

معیشت

CC BY

اقبال عصرِ حاضر کی برق رفتار زندگی میں معیشت کو مرکزی اہمیت دیتے ہیں۔ اقبال کے معاشی افکار "علم الاقتصاد" اردو اور فارسی شاعری، مضامین، خطبات اور مکتوبات کی صورت موجود ہیں۔ انھوں نے فیوڈل ازم، کیپیٹل ازم اور سوشل ازم کے ساتھ اسلامی معاشی نظام کا موازنہ کر کے اسے فلاحی نظامِ معیشت قرار دیا ہے۔

علم اقتصاد پر تاریخی کارنامہ

اردو زبان میں علامہ اقبال نے اقتصادی موضوع پر پہلی باضابطہ کتاب "علم الاقتصاد" 1904ء میں تحریر کی۔ اس کتاب کی وجہ تحریر علامہ اقبال کی معاشیات سے دلچسپی کے ساتھ ان کے منصبی تقاضے تھے۔ 13 مئی 1899ء سے 30 جون 1901ء تک ان کا تقرر بحیثیت میکلوڈ عریبک ریڈر اورینٹل کالج رہا۔ بطور ریڈر ان کی ذمہ داری عربی اور انگریزی کتب کے ترجمہ کی نگرانی تھی۔ علاوہ ازیں تاریخ، فلسفہ، منطق، نفسیات اور سیاستِ مدن یعنی معاشی حوالہ سے درس و تدریس بھی ان کے فرائض منصبی میں شامل تھی۔ 03-1902ء میں جب وہ اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے اورینٹل کالج میں اپنے فرائض منصبی سر انجام دے رہے تھے تو پرنسپل پروفیسر آرنلڈ کے مشورے پر انھوں نے "علم الاقتصاد" سے متعلق باقاعدہ اشاعتی کام کا سوچنا شروع کیا۔ "علم الاقتصاد" کی تیاری میں اقبال نے تھامس مالتھس اور فرانسس واکر کے معاشی خیالات سے استفادہ کیا۔ کتاب کے دیباچہ میں ہی اقبال یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ "کیا ممکن نہیں کہ ہر فرد مفلسی کے دکھ سے آزاد ہو؟" [1] اقبال معاشی مسائل کی سنگینی سے آگاہ تھے۔ انھوں نے اقتصادی حالت بہتر بنانے سے متعلق سنجیدگی سے نظم و نثر میں مسلسل لکھا۔ زمین، محنت، سرمایہ، بین الاقوامی تجارت، کرنسی کی قدر، محنت و اجرت، صنعت و دستکاری، لگان، ٹیکس، سود، ضروریاتِ زندگی، صرف دولت اور آبادی جیسے موضوعات پر نہ صرف تحریر کیا، بل کہ 1927ء سے 1930ء کے دوران پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے ممبر کی حیثیت سے اپنی تقاریر اور خطبات میں بھی معاشی مسئلے کو زیر بحث لائے۔

عہد اقبال میں معاشی نظام

اقبال کے عہد میں ملوکیت اور جاگیردارانہ نظام اپنی باقیات کے ساتھ موجود تھا۔ فیوڈل ازم بنیادی طور پر "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا قانون تھا۔ انسانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر بیگار پر مجبور کیا جاتا۔ دنیا بھر کی طرح ہندوستان میں بھی دولت چند افراد تک محدود ہو جاتی ہے۔ سرمائے کی گردش رک جانے سے استیصالِ محنت، حاکمانہ ذہنیت، عدم مساوات، سرمائے کی بداعتدالی اور خوئے غلامی جیسے عوامل جنم لیتے ہیں۔ فکرِ اقبال فیوڈل ازم کے ظالمانہ نظام کو قبول نہیں کرتی۔ وہ کسی فرد کے، زمین کی ابدی ملکیت کے قائل نہیں۔ وہ زمین کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت قرار دیتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں (ارمغانِ حجاز)

اقبال زمین کو فرد کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت قرار دیتے ہیں۔ "بال جبریل" کی نظم "الارض للہ" میں بیج، مٹی، دریا، بادل، موسم، ہوا اور خوشۂ گندم کی امثال سے زمین کے مالکِ حقیقی کا تصور پوری طرح اجاگر کیا گیا ہے۔ انسان کا منصب اللہ تعالیٰ کی نیابت ہے اور عدل کے ساتھ اس کی پیداوار کی تقسیم ہے تاکہ حقِ بندگی ادا ہو سکے۔ اقبال زمین پر تکبر کرنے والے مالک کو انتباہ کرتے ہیں کہ اس کے پاس یہ زمین عارضی ہے۔ مالک اور مضارع دونوں دھرتی کا مال ہیں اور اسی خاک میں ملنے والے ہیں:

دہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں، تیری نہیں
تیرے آبا کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں
(بالِ جبریل)

سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت

اقبال نے طاقت کے بل بوتے پر کمزوروں کے استیصال کی شدید مذمت کی۔ 23 فروری 1928ء کو پنجاب کونسل کے اجلاس میں مالیہ اراضی کے مسئلہ پر تجویز پیش کی کہ اڑھائی ایکڑ بارانی زمین کے چھوٹے کاشت کار سے مالیہ اراضی نہ لیا جائے۔ علامہ اقبال کی مزارع بہبودی کا ذکر کرتے ہوئے عبدالمجید سالک لکھتے ہیں: "حکومت پنجاب نے منٹگمری کی نیلی بار میں سوا تین لاکھ ایکڑ رقبہ اراضی زیادہ تر سرمایہ داروں کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ علامہ نے تحریک پیش کی کہ اس اراضی کا نصف حصہ مزارعین کے لیے مخصوص کیا جائے۔"[2]

اقبال جاگیر دارانہ نظام کی طرح سرمایہ دارانہ نظام کو بھی غیر انسانی سمجھتے تھے۔ 1765ء میں صنعتی ترقی کے آغاز کے ساتھ ہی ایسا نظام حکومت تشکیل دے دیا گیا۔ جس میں سرمایہ دار کو مکمل تحفظ حاصل تھا۔ کیپیٹل ازم کا مرکزی محور سرمایہ اور سرمایہ دار کی آزادی ہے۔ سرمایہ دار کو کھلی چھوٹ ہے وہ جس قدر چاہے پیداواری ذرائع پر قابض ہو جائے۔ صنعت کار کے علاوہ باقی طبقے عدم تحفظ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس نظامِ معیشت میں انسانی حقوق معیاراتِ زر کے عوض طے پاتے ہیں۔ فرد ایک مشین ہے۔ فکرِ معاش انسان کو اخلاقی و سماجی ذمہ داریاں اور اس کی مقصدیت بھلا دیتی ہے۔ تعلق، احساس اور رشتوں کے گرد دولت کی دیواریں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ مجموعی طور پر زر کا جبر قوموں کے اخلاق تباہ کر دیتا ہے:

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تری، دے کے تجھے فکرِ معاش
("تعلیم و تربیت" ضربِ کلیم)

علامہ اقبال نے 1905ء سے 1908ء کے دوران اپنے قیامِ یورپ میں سرمایہ دارانہ نظام کا بغور جائزہ لیا۔ وہ یورپ کی جدت، ترقی اور زمانے کے لحظہ لحظہ بدلنے کی تعریف کرتے ہیں۔ مشرقی رہبانیت پر خوش نہیں ہیں۔ اس یورپی ترقی کے پسِ پردہ ان کی نظر سرمایہ دارنہ نظام پر پڑتی ہے تو وہ اس کے مجموعی چلن سے خوش نہیں ہوتے۔ انھیں اس کے پسِ پردہ مغربی استعماریت دکھائی دیتی ہے۔ مغربی نوآبادیات انھیں خام مال کی منڈیاں نظر آتی ہیں۔ وہ اس استعماریت پسند سرمایہ داری نظام کی تہہ میں اتر کر اسے بے نقاب کرتے ہیں۔ وہ سرمایہ دار کو غاصب اور مزدور کی حق تلفی کرنے والا قرار دیتے ہیں:

کارخانے کا ہے مالک مردکِ ناکردہ کار
عیش کا پتلا ہے، محنت ہے اسے ناسازگار
حکمِ حق ہے لیس للانسان الا ما سعیٰ
کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار
(غزل۔ حصہ سوم۔ بانگِ درا)

اقبال کی بیان کردہ یہ تلخ حقیقت عہد حاضر میں بھی پوری طرح موجود ہے۔ سرمایہ دار اور ان کی اولاد عیش و عشرت کے پروردہ ہیں۔ ان کے لیے مزدور کی محنت کا تصور کم ہی سازگار ہوتا ہے۔ وہ عموماً حق تلفی کرتے ہیں۔ بعد ازاں منافقانہ طرزِ عمل کی بدولت حقوقِ انسانی کے علم بردار بنتے ہیں۔ دنیا کی کمزور اقوام کو تہذیب و دانش سے آشنا کرنے کے بہانے سیاسی ہتھکنڈوں میں اس طرح جکڑ لیتے ہیں کہ ان کا قومی تشخص مٹ جاتا ہے۔ وہاں قحط، مہنگائی اور بد حالی جنم لیتی ہے جس کے نتیجے میں انھیں اپنے سرمایہ داری نظام کو پھیلانے کا خوب موقع ملتا ہے۔ اس عہد کی المناک صورتِ حال کا نوحہ ششی تھرور نے ان الفاظ میں لکھا ہے۔ "برطانیہ کی طرف سے بے رحمانہ طور پر نافذ کردہ معاشی پالیسیوں کی بدولت، برطانوی راج کے دوران تین سے ساڑھے تین کروڑ ہندوستانی بھوک سے مر گئے۔ قحط پڑنے کے باوجود لاکھوں ٹن گندم ہندوستان سے برطانیہ کو برآمد کی گئی۔ جب امدادی کیمپ لگائے گے تو وہاں کے باشندوں کو بمشکل کھانا کھلایا گیا اور تقریباً سب کے سب اس آفت زدہ قحط سے ہلاک ہو گئے۔ "[3] سامراجی عزائم اور اپنے کاروبار کے فروغ کے لئے سرمایہ دارنہ معیشت میں غریب ممالک پر امداد کا بوجھ ڈالا جاتا ہے۔ غذائی کمی کے نام پر اپنی مصنوعات کو رواج دیا جاتا ہے۔ تعلیم و دانش کے نام پر تعلیمی گرانٹ، اپنی زبان کا فروغ اور کلچر کو پروان چڑھایا جاتا ہے۔ امداد کے نام پر پس ماندہ ممالک کو سودی شکنجے میں کس لیا جاتا ہے۔ جہاں سے آزادی محض ایک خواب رہ جاتی ہے:

مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طبِ مغرب میں مزے میٹھے، اثر خواب آوری
گرمیِ گفتار اعضائے مجالس، الاماں!
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری
(خضرِ راہ۔ بانگِ درا)

فرد کی ملکیت کا غیر انسانی نظام

سرمایہ دارانہ نظام مادیت پرستی کا نظام ہے۔ "سود" اس نظام کا جزو لاینفک ہے۔ سرمایہ دارانہ معیشت میں بظاہر کمزوروں کی مدد کی جاتی ہے۔ لیکن در حقیقت زرِ ضمانت اور بلند شرح سود کے ذریعے اپنے سرمائے کو فروغ دے کر ان پر غلامی کا شکنجہ کسا جا رہا ہوتا ہے۔ کمزور افراد اور ممالک کے اثاثے گروی رکھے جاتے ہیں۔ جس کے بعد ان کے لیے سرمائے کی غلامی سے نجات مشکل ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اقبال نے اس نظام کو فرد کی ملکیت کا غیر انسانی نظام قرار دیا ہے۔ اقبال "جوابِ خضر" کے ذریعے "سرمایہ و محنت" کے عنوان سے مزدور کی سادگی اجاگر کرتے ہیں:

دستِ دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رہی
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات
مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائی سادگی سے کھا گیا مزدور مات
(خضرِ راہ، سرمایہ و محنت، بانگِ درا)

اقبال سرمایہ دارانہ نظام کے مرکزی تار و پود یعنی (سود) سے نجات چاہتے ہیں۔ وہ مخصوص افراد کے مختصر گروہ کی انسانیت پر بالادستی کے خلاف ہیں۔ وہ محنت کش کی کوششوں کو ثمر بار دیکھنے کے آرزومند ہیں۔ وہ ارتکازِ سرمایہ کے مخالف ہیں۔ جس کے باعث عوام کی بھاری تعداد معاشی اطمینان سے محروم ہے۔ اقبال سامراجیت سرمایہ داریت، ملوکیت اور اس کی آلہ کار ملائیت کے خلاف ہے جاگیر دارنہ اور سرمایہ دارانہ سوچ کے ان پہلوں سے متعلق الطاف حسین لکھتے ہیں: "حضرت علامہ نے اس غیر اسلامی نظام کی پُرزور مذمت کی ہے اور زمین پر ملکیت کو کفر سے تعبیر کر کے زمین داری اور جاگیر داری کو ختم کرنے کی تلقین کی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ قرآن حکیم پر ایمان کے دعوے داروں پر یہ حقیقت ابھی تک واضح نہیں ہوئی اور زمین پر ذاتی حقِ ملکیت کو تسلیم کر کے زمین دار اور جاگیر دار غریب کاشت کار کی محنتِ شاقہ کی کمائی ہوئی دولت سمیٹ کر دادِ عشرت دے رہے ہیں۔ مذہبی پیشوائیت کی تائید اور حکومت کے قانون کی پشت پناہی کی وجہ سے غریب کاشت کار اور محنت کش اپنے آپ کو بے بس اور لاچار پا کر اپنی قسمت کا گلہ کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے۔ تقدیر کے زہر نے محنت کشوں کے دل سے اپنی حالت کو بہتر کرنے کا خیال تک مفقود کر دیا ہے۔"[4] سرمایہ دارانہ نظام سے نجات کے خواہاں: اقبال مردِ حر کو فقط تقدیر کا پابند نہیں رہنے دیتے۔ اُن کے نزدیک تقدیر کے پابند نباتات اور جمادات ہیں۔ حرکت اور محنت انسانی زندگی کا دوسرا نام ہے۔ اقبال سرمایہ دارانہ نظام کے معاشی جبر سے نجات کے خواہاں ہیں۔ وہ سرمایہ دارانہ نظام کے مقابل ایسے معاشی نظام کو ترجیح دیتے ہیں۔ جس میں محنت کش کا مفاد پوشیدہ ہو۔ وہ مزدور کے حق میں صدا بلند کرتے ہیں۔ اُن کے فلسفے کا محور و مرکز مزدور کے معاشی استحصال کو روکنا ہے۔ جب کہ سرمایہ دارانہ نظام نے مزدور کی محنت کو بھی جنسِ تجارت بنا لیا ہے۔ سرمایہ و محنت کے درمیان ظالمانہ امتیاز پیدا کر دیا گیا ہے۔ بنکوں کی بلند و بالا عمارات، سودی نظام معیشت اور عالمی تجارت میں بندہ مزدور کی کوئی حیثیت نہیں ہے:

رعنائی تعمیر میں رونق میں صفا ہیں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات
ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات
تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات
کب ڈوبے کا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دنیا ہے تری منتظر روزِ مکافات
(لینن خدا کے حضور میں، بالِ جبریل)

سرمایہ دارانہ نظام میں فرد کو پیداواری ذرائع پر ملکیت کی مکمل آزادی ہے جب کہ اشتراکیت میں فرد مجبور ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے ملکیت کا تصور بھی ممنوع ہے۔ گویا ان نظاموں کی ملکیت معاشرے کا حق مارتی ہے۔ اشتراکی نظام میں وسائلِ دولت مملکت و حکومت کے قبضے میں ہونا لازم ہیں۔ اقبال وسائلِ پیداوار اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور انسان کو امانت دار قرار دیتے ہیں۔ ایسے میں جہاں اقبال کو سرمایہ دار کے ہاتھوں مزدور کے حقوق کی حق تلفی نظر آتی ہے وہ بندہ مزدور کو خضر کا پیغام، پیغامِ کائنات سناتے ہیں۔ "بالِ جبریل" کی نظموں میں مزدور کی محبت اور سرمایہ داری سے نفرت کا رنگ غالب ہے۔ "لینن خدا کے حضور میں"

اشتراکیت کا رنگ نمایاں ہے۔ "فرمانِ خدا فرشتوں کے نام" ایسی نظم ہے کہ جس سے متعلق "فکرِ اقبال" میں خلیفہ عبدالحکیم نے لکھا ہے کہ اگر اس کا روسی زبان میں ترجمہ ہو کر لینن کے سامنے پیش کیا جاتا تو وہ اسے بین الاقوامی اشتراکیت کا ترانہ بنانے پر آمادہ ہو جاتا۔ ان کے بقول یہ نظم محنت کشوں کے لیے انقلاب، بل کہ بغاوت کی تحریک ہے:

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی

اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

(فرمانِ خدا فرشتوں کے نام، بالِ جبریل)

"پیامِ مشرق" میں مزدور، کسان اور محنت کش طبقے کی ترجمانی میں چار نظمیں موجود ہیں۔ جہاں فکرِ اقبال مزید واضح صورت حال اختیار کرتی ہے۔ پہلی نظم "محاورہ مابین حکیم فرانسوی آگسٹس کومٹ و مردِ مزدور" میں فرانسیسی فلسفی کونٹ اور مزدور کا مکالمہ ہے۔ اقبال مزدور کی زبان سے یہ کہلواتے ہیں کہ سرمایہ دار جنہیں سوائے عیاشی کے اور کوئی کام نہیں زمین کے سینے کا بوجھ ہیں:

بدوشِ زمیں بار سرمایہ دار

ندارد گذشت از خور و خواب کار

(محاورہ مابین حکیم فرانسوی آگسٹس کومٹ و مردِ مزدور، پیامِ مشرق)

دوسری نظم "موسیولینن و قیصر ولیم" میں بھی غلامی اور سرمایہ داری کو موضوع بنایا گیا ہے۔ تیسری نظم "قسمت نامۂ سرمایہ دار و مزدور" میں سرمایہ دار کی ذہنیت اور چالاکی پر طنز ہے جہاں سرمایہ دار کا معاشی انصاف اپنے لیے زندگی کی نعمتیں اور مزدور کے لیے خیالی باتیں پیش کرتا ہے مگر مزدور اس کے فریب میں نہیں آتا۔ "نوائے مزدور" نظم میں ایک مزدور کی زبانی مزدور کے استیصال کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اقبال سرمایہ داروں، مذہبی ٹھیکے داروں اور میر و سلطاں کو مزدور کی بدحالی کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ مزدور کے لیے خودداری، آزادی اور زندگی بدلنے کا پیغام ہے۔ "زبورِ عجم" کی نظم "خواجہ و مزدور" انقلاب کا ایک ترانہ ہے۔ جس میں میر و سلطاں کی صورت محکوموں کے تن سے خون چوسنے اور جان کھینچنے والی عفریت موجود ہیں:

میر و سلطاں نرد باز و کعبتین شان دغل

جانِ محکوماں ز تن بردند محکوماں خواب

(خواجہ و مزدور، زبورِ عجم)

اقبال اور اشتراکیت پسند رہنما

اقبال نے اشتراکی روس کو زمانے کے بطن سے پیدا ہونے والا نیا سورج قرار دیا۔ وہ روس کی گرمیٔ رفتار کو سودمند قرار دیتے ہیں ۔اشتراکی فکر کے بڑے رہنماؤں کارل مارکس اور لینن سے متاثر ہیں۔ وہ ان مفکرین کے بعض افکار سے، خصوصاً سرمایہ دارانہ تہذیب کے بارے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ کارل مارکس کو "کلیمِ بے تجلی" اور "مسیحِ بے صلیب" قرار دیتے ہیں۔ اس کے لیے "نیست پیغمبر ولیکن در بغل دارد کتاب" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ وہ مارکس سے بیک وقت اختلافات بھی رکھتے ہیں اور اس کی عظمت کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مارکس "حق ناشناس" اور "پیغمبرِ بے جبریل" کے مماثل ہے۔ "ضربِ کلیم" میں "کارل مارکس کی آواز" نظم ایک نئے جہان کی تعمیر کی آرزو لیے ہوئے ہے۔ کارل مارکس نئے معاشی نظام کے آرزو

مند ہیں۔ وہ عالم مادی کے علاوہ کسی اور خالق وعالم کے قائل نہیں ہیں۔ جب کہ اقبال نے عادلانہ معاشی نظام کے نتیجے میں انسان کے روحانی ارتقا کو منزل قرار دیتے ہیں۔ اقبال بہت پہلے مغربی استعماریت اور عالمی سامراج کے خطرے سے خبر دار کرتے ہیں ۔ بیسویں صدی کا اوائل نے استعماری حربوں اور سرمایہ دارانہ ابلیسی نظام کی چالوں کو نقطہ آغاز ہے۔ ڈاکٹر تحسین فراقی اس ضمن میں لکھتے ہیں:" امریکہ اور مغرب کی نئی استعماری ترکتازیاں اسی خطرے کی پیش بندی اور کمزور ممالک کے قیمتی معدنی وسائل کو ہڑپ کرنے اور اُن کی روشن تہذیب وروایات کو برباد کرنے کا نقطہ آغاز ہیں۔۔۔۔۔"[5] "ابلیس کی مجلسِ شوریٰ" نظم میں جب ایک مشیر مارکس کو شیطانی نظام کے لیے خطرہ قرار دیتا ہے تو ابلیس بتاتا ہے کہ اسے اشتراکیت سے نہیں صرف اسلام سے خطرہ ہے۔ اقبال نے ابلیس کی زبانی اشتراکیت پر انتہائی عمدہ تبصرہ کیا ہے:

دستِ فطرت نے کیا ہے جن گریبانوں کو چاک
مزدکی منطق کی سوزن سے نہیں ہوتے رفو
کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد
یہ پریشاں روزگار، آشفتہ مغز، آشفتہ خو
(ابلیس کی مجلسِ شوریٰ، ارمغانِ حجاز)

اقبال اشتراکی عقیدے سے متفق نہیں۔ وہ صرف اس کی سرمایہ پرست بیزاری سے اتفاق کرتے ہیں۔ انسانی سیرت اور معاشرت کی تشکیل و تعمیر میں وہ اخلاقی اور روحانی اقدار کی اہمیت پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ مارکسی معیشت کی سرمایہ دشمنی کی بنیاد خالص مادی ہے۔ جب کہ اقبال کے ہاں اس کی بنیاد اسلام ہے:

ہیچ خیز از مردکِ زر کش مجو
لن تنالو البر حتی تنفقو
(پیغامِ افغانی بہ ملت روسیاہ، جاوید نامہ)

اقبال جاگیر دارانہ، اشتراکی اور سرمایہ دارانہ ذہنیت کے خلاف ہیں، وہ انسانی طبقات کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ وہ طبقہ امرایا معاشی خوش حالی کے خلاف نہیں۔ وہ افراد کو مال و دولت کا امانت دار قرار دیتے ہیں۔ ملکیت کے دیگر تصورات کے مخالف ہیں۔ ان کے نزدیک منعم جو اخلاقِ فاضلہ رکھتا ہے اور درویشانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ خدا اندیش منعم مبارک خیال ہے:

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک وصاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
(ارمغانِ حجاز)

اقبال اسلامی نظام معیشت کے پیروکار

اقبال اسلامی نظامِ معیشت کے علم بردار ہیں۔ جہاں ارتکازِ دولت کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ ذخیرہ اندوزی ممنوع ہے۔ مالیہ، لگان، جزیہ، مضاربت، زمین کا تصورِ امانت، میراث کا عادلانہ نظام، محنت، مہارت اور استعداد کی حوصلہ افزائی ہے۔ بیت المال کی صورت مالی اعانت کا مضبوط محکمہ موجود ہے۔ ربا، سود اور رشوت بڑے جرائم ہیں۔ اسلام کا معاشی نظام صداقت، امانت،

دیانت، اخلاقی تربیت، کسبِ معاش اور پابندیِ اوقات کا درس دیتا ہے۔ زکوۃ کی صورت دولت کی محبت ختم کر کے معاشی مساوات کا پیغام دیا گیا ہے:

حبِ دولت رافنا سازد زکوۃ
هم مساوات آشنا سازد زکوۃ
(اسرار ورموز)

خلاصۂ بحث

اقبال نے معاشی مسائل کا حل اقتصادیاتِ اسلام کے ذریعے پیش کیا ہے فکرِ اقبال کا بنیادی ماخذ قرآن ہے۔ قرآن وسنت سے ہدایت اور اجتہاد کے ذریعے عصر حاضر کے معاشی مسائل کے حل میں معاونت مل سکتی ہے اس سلسلے میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں: "اقبال مجموعی طور پر ایک مینارہ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان سے اکتسابِ فیض کرنے اور ان سے متاثر ہونے والوں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ انہوں نے اپنے فکر و نظر سے برصغیر میں پورے ایک عہد کو متاثر کیا جس کا زمانی دائرہ مرورِ ایام کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ چناں چہ انہیں بجا طور پر بیسیوں (اور اب اکیسویں) صدی کا مجدد اور عہد آفریں شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔"[6] مغلوب اقوام اور پس ماندہ ممالک فلسفہ اقبال سے راہ نمائی کی بدولت دنیا میں باوقار مقام حاصل کر سکتے ہیں فکر اقبال کے ذریعے اپنی زبان، تہذیب و ثقافت، مذہب، تعلیم اور کاروبارِ زندگی کو سامراجیت اور اجارہ داری سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ بہترین معیشت اور سائنسی ترقی کی بدولت ہی اقوامِ عالم میں معتبر مقام حاصل کرنا ممکن ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عہدِ حاضر کے معاشی بحران سے نکلنے کے لیے فکرِ اقبال سے استفادہ کیا جائے۔

References

[1] Muhammad Iqbal, ‘Ilm al-Iqtiṣād (Lahore: Iqbal Academy, 2002), 4
[2] Abdul Majeed Salik, Zikr-e-Iqbal (Lahore: Bazm-e-Iqbal, 1983), 144
[3] Shashī Tharū, Samrājī Hukumat kī Dāstān, trans. Sajjad Ahmad Sajjad (Lahore: Book City, 2022), 202.
[4] Altāf Husain Ḥālī, Iqbal aur Islamī Mu‘āshra (Lahore: Bazm-e-Iqbal, 1991), 97.
[5] Dr. Tahseen Firāqī, Iqbal: Dida-e-Binā-e-Qawm (Islamabad: Pūran Academy, 2015), 49.
[6] Dr. Anwer Sadeed, Urdu Adab ki Muktasar Tāreekh (Lahore: ‘Azez Book Depo, 2006), 345.